

# درود مناج (شریف)

پر اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات

مفتی اعظم پاکستان

صاحبزادہ مفتی افتخار احمد خان نعیمی قادری رحمہ اللہ

نعیمی کتب خانہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

# درود تاج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حمد باری تعالیٰ

|                                                                         |                                                                      |
|-------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------|
| قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ                                                | قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ                                             |
| کس کا امر ہے دواں<br>کس کا ہے جان و جہاں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ    | کس کا حکم ہے رواں<br>کس کی شاہی بیکراں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ   |
| پھول یہ کس نے کھلائے<br>دھر میں کس نے سجائے<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ | کھیت یہ کس نے اگائے<br>کوہسار و کہکشاں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ   |
| کس نے یہ دریا بہائے<br>کس نے سمندر بچھائے<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ   | کس نے یہ چشمے چلائے<br>شمس و قمر جگمگائے<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ |
| کون ہے رزاق کل<br>کون ہے حذاق کل<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ            | کون ہے خلاق کل<br>کون ہے ملاک کل<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ         |
| کون ہے حاکم حکیم<br>کون ہے سب کا فہیم<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ       | کون ہے قادر قدیم<br>کون خبیر و علیم<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ      |

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

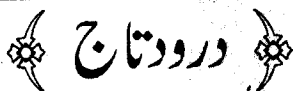
|                                                                                    |                                                                            |
|------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------|
| کس نے احساں کر دیا<br>جس نے بندوں کو کیا<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ               | بھیج کر اپنا حبیب<br>رب تعالیٰ سے قریب<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ         |
| الْعَزَمَدُ ہے کس کی شان<br>لَمْ يَكُنْ كُفُوًا أَحَدٌ<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ | لَمْ يَلِدْ ہے کس کی آن<br>کس کا ہے اعلیٰ نشان<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ |
| مُلْكٌ کس کا تا ابد<br>کون ہے پرور دگار<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ                | کون ہے وَلَمْ يُولَدْ<br>از مہد تا لَعَدُ<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ      |
| کس نے ہوائیں چلائیں<br>نعمتیں کس نے کھلائیں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ            | کس نے فضا میں ملائیں<br>راحتیں کس نے لٹائیں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ    |
| کس کا رحم لازوال<br>مُلْكٌ میں ملکوت میں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ               | کس کا فضل با کمال<br>کس کا جمال و جلال<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ         |
| کس کو ہیں سجدہ کنائیں<br>کس کے آگے سرنگوں<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ              | برو بحر و شجر و حجر<br>جن و ملائک بشر<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ          |

|                                                                    |                                                                    |
|--------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------|
| کس کے حکم سے قیام<br>کس کے کرم سے انام<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ | خیمہ افلاک کا<br>کس کی زمیں پر بے<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ      |
| اختیار و اقتدار<br>کون ہے وہ ذی وقار<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ   | جس کو چاہے بخش دے<br>کون ہے وہ ذات پاک<br>قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا



مصنف امام اہلسنت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سکندریہ مصر کے  
رہنے والے تھے۔ آپ نے ۶۱۱ھ میں تالیف فرمایا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ

اے اللہ درود بھیج ہمارے آقا اور ہمارے مولا محمد رسول اللہ پر جو شہنشاہی کے

التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ دَافِعِ الْبَلَاءِ

تاج والے اور معراج والے اور براق والے عرش کے جھنڈے والے بلا اور

وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْأَلَمِ ۝ اِسْمُهُ مَكْتُوبٌ

وبا کو دفع کرنے والے اور قحط و بیماری اور تکلیفوں کو ختم کرنے والے جن کا نام عرش پر لکھا ہوا

مَرْفُوعٌ مَّشْفُوعٌ مَّنْقُوشٌ فِي اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ۝ سَيِّدِ

بلند کیا ہوا، اللہ کے نام سے جڑا ہوا لوح و قلم میں کھدا ہوا وہ عرب و عجم

الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ۝ جِسْمُهُ مُقَدَّسٌ مُعْطَرٌ مُطَهَّرٌ مُنَوَّرٌ

کے آقا ہیں ان کا جسم بزرگی والا، خوشبوؤں والا، پاکیزگی والا، نور والا

فِي الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ ۝ شَمْسِ الصُّحَىٰ بَدْرِ الدُّجَىٰ

ہے کعبہ اور حرم میں ان کا وجود، دو پہریوں کے سورج ہیں اندھیریوں میں چودھویں

صَدْرِ الْعُلَىٰ نُورِ الْهُدَىٰ كَهْفِ الْوَرَىٰ مُصْبِحِ

کے چاند بلند یوں پر صدر نشین ہیں۔ ہدایت کے نور ہیں۔ مخلوق کا سہارا ہیں

الظُّلَمِ ۝ جَمِيلِ الشِّيمِ شَفِيعِ الْأُمَمِ ۝ صَاحِبِ

ظلمتوں کا روشن چراغ ہیں جمال کی عادتوں والے ہیں تمام امتوں کے شفیع ہیں عطا

الْجُودِ وَالْكَرَمِ ۝ وَاللَّهُ عَاصِمُهُ وَجَبْرِيلُ

اور کرم کے مالک ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو معصوم بنانے والا ہے اور جبریل

خَادِمُهُ ۝ وَالْبَرَّاقُ مَرْكَبُهُ ۝ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهُ وَ

ان کے خادم ہیں اور براق ان کی سواری اور معراج ان کا سفر ہے اور

سِدْرَةُ الْمُنْتَهَىٰ مَقَامُهُ ۝ وَقَابِ قَوْسَيْنِ

سدرة المنتہیٰ ان کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور قاب قوسین کا لامکان ان کی

مَطْلُوبُهُ ○ وَالْمَطْلُوبُ مَقْصُودُهُ وَالْمَقْصُودُ

مطلوبہ منزل ہے اور مطلوبہ منزل ہی سفر معراج کا مقصود ہے اور مقصود

مَوْجُودُهُ ○ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ○ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ ○

ان کا پایا ہوا ہے تمام مرسلین کے سردار ہیں انبیاء کے آخری نبی ہیں

شَفِيعِ الْمُنْذَرِينَ ○ اُنَيْسِ الْغُرَبَاءِ ○ رَحْمَةِ

تمام گناہوں کی شفاعت کرنیوالے ہیں غریبوں سے محبت کرنیوالے ہیں تمام جہانوں کیلئے

لِلْعَالَمِينَ ○ رَاحَةِ الْعَاشِقِينَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِينَ ○

رحمت ہیں اپنے عاشقوں کیلئے راحت ہیں شوق دیدار والوں کے دل کی مراد ہیں

شَمْسِ الْعَارِفِينَ سِرَاجِ السَّالِكِينَ ○ مِصْبَاحِ

معرفت والوں کا سورج ہیں سالکین کے لیے چراغ راہ ہیں قرب بارگاہ

الْمُقَرَّبِينَ ○ مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ ○ وَالْمَسَاكِينَ ○

والوں کیلئے چراغ منزل ہیں۔ فقیروں مسافروں اور مسکینوں سے محبت کرنے والے ہیں

سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ ○ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ ○ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ ○

جنوں ملائکہ کے آقا ہیں، دو حرم کے نبی ہیں دو قبلوں کے امام ہیں

[Click For More Books](#)

○ وَسَيَلِّتَنَا فِي الدَّارَيْنِ ○ صَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ ○

دونوں جہان میں ہم سب کا وسیلہ ہیں قاب قوسین والے ہیں

مَحْبُوبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ

دونوں مشرقوں کے رب تعالیٰ کے اور دونوں مغربوں کے رب تعالیٰ کے محبوب ہیں

وَالْحُسَيْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَى الثَّقَلَيْنِ أَبِي الْقَاسِمِ

امام حسن اور امام حسین کے دادا ہیں ہمارے مددگار ہیں جنات و ملائکہ کے مددگار ہیں وہ ابوالقاسم ہیں

مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ نُورٍ مِّنْ نُورِ اللَّهِ ○ يَا يَهَا

محمد ہیں ابن عبد اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کے نور سے نور ہیں اے شوق رکھنے

الْمُشْتَاقُونَ بِنُورِ جَمَالِهِ صَلُّوا عَلَيْهِ وَآلِهِ

والو ان کے نور جمال کا سب مل کر درود پڑھوان پر اور ان کے ساتھ

وَأَصْحَابِهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

ان کی آل اور ان کے اصحاب پر اور خوب سلام پڑھو

ایک دو درتی رسالہ ہے جو کسی مولوی جعفر شاہ مہلسر وی  
صاحب نے لکھا ہے۔ درود تاج شریف پر کچھ اعتراض کئے

سوال

[Click For More Books](#)

ہیں اور کہتا ہے کہ یہ درود تاج شریف غلط ہے۔ ایک مولانا صاحب کو میں یہ دکھایا اور عرض کیا کہ اس کا جواب دیا جائے انہوں نے پڑھ کر فرمایا کہ یہ کوئی بالکل جاہل انسان ہے اس لیے گستاخ بھی ہے اور بد تہذیب بھی ایک اور صاحب کو دکھایا تو کہنے لگے کہ یہ وہابی ہے اور ہر وہابی کی طرح یہ بھی جاہل ہم اس کی جہالتوں کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ جواب جاہلاں باشندہ نموشی، مگر وہابی اس رسالے کو ایک دلیل بنا کر لیے پھرتے ہیں اس لیے اس کا منہ توڑ جواب ضروری ہے ہمیں ایک بہت معتبر شخص نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

لاؤ دکھاؤ کیسا پمفلٹ ہے (چند منٹ میں سارا پڑھنے کے جواب بعد) واقعی یہ اعتراض تو نہایت کمزور ہیں ایسی کمزوری کو تو ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ بہر کیف آپ مجھے ایک ایک سناتے جائیں اور جو میں جواب دوں وہ لکھتے جائیں اور جا کر گستاخوں کو دکھائیں بھگدہ تعالیٰ درود تاج شریف تو اس وقت عرب و عجم میں پڑھا جا رہا ہے مشہور عالم ہے۔ ہر مسلمان اس کا فیض پار رہا ہے اس پر اعتراض کرنا چاند پر تھوکنے کی مثل ہے کہ لوٹ کر اپنے ہی منہ پر پڑتا ہے۔

پہلا اعتراض صفحہ ۲ پر لکھتا ہے کہ یہ شعر خطاء بزرگان گرفتن سوال خطاست اصلاً اس طرح ہے

کہ خطاء بزرگان گرفتن خطاست

خطارا خطائے نہ گفتن خطاست

خطا را خطا گر شمردی رواست

چو گفتی خطا را درستی خطاست

اگر اسی طرح شعر بنانے ہیں تو پھر ہماری طرف سے یہ شعر

جواب

شامل کر دیا جائے۔

حماقت بود گر تو گفتی خطاست

کہ جہل است گفتن صحیح را خطاست

صفحہ ۲ پر ہی آگے لکھتا ہے کہ درود تاج کے بعض مقامات مجھ کو کھٹکتے

ہیں علماء کرام سے کچھ طالب العلمانہ استفسار کرنے کی جسارت

کر رہا ہوں اپنی بے علمی بے بضاعتی کا مجھے اقرار بھی ہے اور پورا احساس بھی

بہر حال وہ شکوک یہ ہیں۔ آگے وہ اپنے شکوک نمبر وار درج کرتا ہے۔

سوال

یہ بات اس نے سچی لکھی ہے واقعی بے علمی اور بے بضاعتی

جہالت کی حد تک ہر ہر سطر سے ظاہر ہے اور علمی عقلی باتیں اس

وقت ہی کسی کو کھٹکتی ہیں جب علم نہ ہو مگر علم کا دعویٰ دار یا صاحب قلم بننے کی

جرات کرے جب اس کو اپنی بے علمی کا اتنا ہی احساس تھا تو یہ شکوک

چھاپنے سے پہلے علماء کی خدمت میں حاضری دیتا جو وہ فرماتے اس کو بھی

چھاپتا اور ان علماء کا نام پتہ بھی شائع کرتا تا کہ اگر کوئی اس کے حق میں

جواب دیتا تو اس عالم کی خبر لی جاتی بغیر علماء سے پوچھے ہوئے اپنے شکوک

جواب

شائع کر دینا مزید غلطی در غلطی ہے۔

سوال

اسی صفحہ پر لکھا ہے عربی میں مشفوع اسے کہتے ہیں جو مجنون ہو یا نظر بد لگی ہو یا وہ طاق جسے جفت کیا گیا ہو یہ سارے معنی یہاں (درود تاج میں) بے محل ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ مشفوع لے ہو لیکن یہاں یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں۔ آنحضور تو شافع ہیں شفیع اور مشفع ہیں یعنی شفاعت کرنے والے اور مقبول الشفاعت تو ہیں مشفوع لے نہیں نعوذ باللہ حضور کی کون شفاعت کر سکتا ہے۔

جواب

یہ بھی قیامت کی نشانی ہے کہ ایسے بے علم جاہل لوگ اہل قلم بن گئے خیال رہے کہ کسی بھی اہل لغت نے مشفوع کا معنی مجنون نہیں کیا اور نہ ہی نظر بد والا کیا، بجز السنجد کے اور اس نے بھی یہ معنی کر کے علم لغت سے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے، لغت بھی اندھے قدم نہیں اٹھاتی وہ بھی کسی اصول و قانون کے تحت کسی وجہ اور ربط سے ترجمہ کرتی ہے کیونکہ ہر زبان کی لغت اہل زبان کی ان اصطلاحات و محاروں سے بنتی ہے جو ان میں استعمال ہوتے ہوں میں نے بہت سے اہل عرب سے مشفوع کا معنی پوچھا تو انہوں نے اس کے صرف دو معنی بتائے شفاعت کیا ہوا یا شفیع کیا ہوا پہلے معنی کا تعلق کسی کی ذات سے ہے کیونکہ اس سے مراد سفارش کرنا یا کسی کی سفارش ہونا جو سفارش کرے وہ شافع جس کی کرے وہ مشفوع لیکن شفیع کا تعلق اسم اور نام سے ہے خواہ وہ کسی حق سے ہو یا حقیقت سے

اگر حق ﷻ مراد لیا جائے تو نسبت قرب ضروری ہے جو صرف پڑوسی کو حاصل ہوتی ہے اگر حقیقی شفیع مراد لیا جائے تو وہ اسم کی وصیت سے ہوتا ہے یعنی ایک کے ساتھ دوسرا جوڑ دیا جائے اور اس وتر کو شفیع بنا دیا یہ دو معنی اس لیے کیے گئے ہیں کہ لفظ مشفوع یا شُفَع سے مشتق یا شُفَع سے شُفَع کا معنی سفارش کرنا اور کے شُفَع معنی جوڑنا قریب کرنا شفیع بنانا درود تاج شریف کے مرتب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے اِسْمُهُ مَشْفُوعٌ نہ کہ ذَاتُهُ، مَشْفُوعٌ کتنی واضح اور صاف بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کہ آپ کا اسم پاک مَشْفُوعٌ ہے اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ یہ صرف نبی کریم ﷺ کی خصوصی شان ہے کہ آپ کا اسم مبارک باری تعالیٰ کے اسم اقدس کے ساتھ مَشْفُوعٌ ہو گیا۔ اذان میں، تکبیر میں، نماز میں، کلمہ طیبہ میں، یہ بات کسی اور نبی رسول مرسل کو حاصل نہیں۔ نہ کسی دین میں اس نبی کے نام کا کلمہ جاری ہوا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سوال

مصنف ایک اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں لکھا ہے کہ مَنقُوشٌ فِی اللّٰوِحِ وَالْقَلَمِ۔ مَنقُوشٌ فِی اللّٰوِحِ ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مَنقُوشٌ فِی الْقَلَمِ ہونا زالی سی بات ہے اگر مَنقُوشٌ فِی اللّٰوِحِ بِالْقَلَمِ ہوتا تو پھر بھی بات واضح ہو جاتی۔

جواب

یہ سب سوالات اسی وقت ذہن میں ابھرتے ہیں جب دل سے احترام نبوت ختم ہو جاتا ہے اور انسان انبیاء کرام علیہم السلام

جیسی بے مثل ہستیوں کو اپنے جیسا سمجھنے لگتا ہے جب کسی آدمی میں جہالت کی یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو انتہائی آسان بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان شیطانی بیماریوں سے بچائے۔ معترض بھی اسی ابلیسی جال میں پھنسا ہوا ہے اسی لیے وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ امام شافعیؒ اس درود تاج میں احادیث کے کس مضمون کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں یہ یاد رہے کہ لوح محفوظ میں نام لکھا ہونا کوئی خصوصی شان نہیں وہ تو ہر انسان اچھے برے کام نسل اصل فرع کا تذکرہ لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں تو ماؤ شما کے اعمال نامے بھی لکھے ہوئے ہیں اور برابر روز لکھے جارہے ہیں۔ درود تاج میں اس کے ذکر کی ضرورت کیا تھی مصنف علام علیہ الرحمۃ نے وَالْقَلَمِ کہہ کر یہ بتایا کہ لوح و قلم میں نام نہیں بلکہ لوح و قلم پر نام ہے۔ یہاں فِی بمعنی علیٰ ہے جیسے کہ قرآن مجید کی آیت فِی جَزْوَةٍ مِنَ النَّخْلِ میں فِی بمعنی علیٰ ہے۔ اس طرح یہاں بھی اور کسی چیز پر نام لکھا ہونا اور اس کی ملکیت کو ثابت کرتا ہے۔ میرے قلم میری گھڑی میرے مکان پر میرا ہی نام لکھا ہوگا۔ تو لوح و قلم جنت کے اوپر، جنت کے درختوں، محلوں، مکانوں، عرش و کرسی پر رب نے اپنے پیارے محبوب آقائے کائنات ﷺ کا نام لکھ کر کائنات عالم کو بتایا کہ خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا اور صاحب درود تاج نے علیؑ نہ لکھا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ لوح و قلم پر آقا ﷺ کا نام علیؑ کی مثل نہیں لکھا بلکہ فی کی طرح گڑھا ہوا لکھا ہے صرف اوپر اوپر ہی نہیں۔ اوپر لکھا ہوا مٹایا جاسکتا

ہے لیکن کندھ کیا ہوا کھود کر گودھ کر لکھا ہوا ہمیشہ رہتا ہے نہ مٹے نہ مٹایا جا سکے۔

**سوال** درود تاج شریف پر تیسرا اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں ہے **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُہ** حالانکہ **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی** حضرت جبرئیل کا مقام ہے جہاں جا کر وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ جا سکے آنحضور کی یہ گزرگاہ تھی مقام نہ تھا۔

**جواب** بیچارے معترض کو کیا پتہ کہ علم اور علمی تحقیق و معلومات کیا ہوتی ہیں۔ اس بیچارے کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ مقام اور منتہی اور راہ گزر میں کیا فرق ہے۔ قرآن مجید احادیث پاک سے کہیں ثابت نہیں کہ **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی** جبرئیل کا مقام ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے مقام وہ ہے جہاں سے کسی کے چلنے اور سفر و سیاحت کی ابتدا ہوتی ہے ایک وہ وقت تھا جب آقا حضور ﷺ کا مقام مکہ مکرمہ تھا پھر ایک وقت وہ آیا جب آقائے کائنات ﷺ کا مقام مدینہ منورہ ہوا۔ امام شاذلی درود تاج میں فرما رہے ہیں ان دونوں سے پہلے آپ کا مقام **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی** تھا جس کا ذکر **کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اَدَمُ یٰمَنْ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ** والی حدیث مشہورہ مقدسہ میں ہوا۔ معراج میں بھی آپ کا مقام **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی** ہی ہے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے یہاں تک پہنچنے کو آسری فرمایا **اَسْفَرَ** نہ فرمایا۔ سیر اپنی ملکیت اپنے مقام میں ہوتی ہے اور جب اپنے مقام سے کوئی نکلے تو سفر شروع ہوتا ہے۔ سیر معراج مکہ مکرمہ

سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی تک یہاں تک تو دیدار آیات کرایا گیا۔ سفر معراج تو سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی سے شروع ہو رہا ہے گویا کہ سیر معراج میں دیدار آیت ہوا اور سفر معراج میں دیدار ذات ہوا۔ سِدْرَةُ الْجَبْرِیل کا مقام نہیں، جبریل کا مُنْتَهٰی ہے۔ جہاں جبریل کی قوت طاقت رفتار کی انتہا ہے وہاں سے آقا مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہاں تک تو براق کی طاقت رفتار تھی۔ مصطفیٰ کی طاقت رفتار کی ثواب ابتدا ہو رہی ہے۔ اُذُنِ مِیْنٰی کی صدائیں تو یہاں سے شروع ہونے والی ہیں مگر یہ بات تو اہل علم پر ہی آشکار ہو سکتی ہے۔ دیدہ کو رکھ کر آئے نظر کیا دیکھے اس لیے فرمایا گیا کہ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی جو ساری مخلوق اور جبریل کا مُنْتَهٰی ہے نبی کریم کا مقام ہے سدرہ کے پاس ہی جنت ہے اور جنت تک تو نماز کسوف میں نبی کریم ﷺ کا ہاتھ بھی پہنچ جاتا ہے اس لیے یہ مقام مصطفیٰ ہی ہے نہ کہ مقام جبریل مقام ہوتا ہی وہ ہے جہاں سے ابتدا ہو یہ راہ گزر نہیں یہاں قدم مصطفیٰ کی ابتدا ہے، ابتدا کو راہ گزر کہنا جہالت ہے۔ قرآن مجید میں لفظ مقام سترہ جگہ آیا ہے اور نو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) قدم رکھنے کی جگہ جیسے مقام ابراہیم کا پتھر (۲) درجہ مرتبہ (۳) حاضری بارگاہ (۴) شان و شوکت (۵) ٹھکانہ (۶) رہائش (۷) عام جگہ (۸) مصدر میسی سے بمعنی کھڑا ہونا (۹) بیٹھنے کی جگہ۔ معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ یہاں براق و رفر سے اتر پڑے یہاں آپ کے قدم لگے اور پیدل معراج حاضری بارگاہ شروع

ہوئی۔ یہ فرق ہے خلیل اور حبیب میں کہ خلیل کا مقام وہ پتھر ہے حبیب کا مقام سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی ہے۔

سوال

معرض مولوی مہلیر وی تیسرا اعتراض اس طرح لکھتا ہے کہ درود تاج میں آگے لکھا ہے۔ قَابِ قَوْسَيْنِ مَطْلُوبُہُ وَالْمَطْلُوبُ مَقْصُودُہُ وَالْمَقْصُودُ مَوْجُودُہُ، قاب قوسین کو حضور کا مطلوب و مقصود قرار دینا اس وقت تک محل نظر رہے گا جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے علاوہ ازیں یہ پوری عبارت ہی عجی قسم کی عربی عبارت ہے مَوْجُودُہُ کی ترکیب اضافی کچھ عجیب سی ہے مقصود اس کا موجود ہے کیا مطلب ہوا۔

جواب

مطلب تو اس کا بہت آسان ہے اگر کسی کو مخالفانہ ذہنیت سے سمجھ نہ آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں قَابِ قَوْسَيْنِ ہا تک پہنچنا نبی کریم ﷺ کا مقصود معراج تھا اس کا ثبوت یہ کہ قرآن مجید میں اس کو معراج کی انتہا بنایا گیا آپ اسی نعمت کی طلب لیے ہوئے قدم شوق سے یہاں تک آئے اور جس کی طلب ہوتی ہے وہی مطلوب ہوتا ہے۔ یہ مطلوب تھا اور اس کا قصد کر کے سفر معراج فرمایا تو آپ کا مقصود ہی آپ کا مطلوب کو پالینا تھا اور آپ اپنے مقصود پانے میں ناکام نہ رہے بلکہ وَالْمَقْصُودُ مَوْجُودُہُ آپ کا مدعا آپ کا پایا ہوا ہو گیا۔ بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جب ان کی طور پر تیسری حاضری ہوئی تو ان کا قصد و ارادہ ہوا۔ رَبِّ

أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ (اعراف آیت ۱۴۳) اے میرے رب مجھ کو اپنا دیدار کرا کہ میں تیری طرف دیکھوں اسی قصد کی طلب لے کر طور پر گئے تو دیدار الہی آپ کا مطلوب تھا وَالْمَطْلُوبُ مَقْصُودُهُ اور یہی مطلوب موسیٰ علیہ السلام کا مقصود تھا مگر جب قَالَ لَنْ تَرَاني جواب آیا تم نہیں دیکھ سکتے تو وَالْمَقْصُودُ مَوْجُودُهُ نہ ہوا یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقصود پایا ہوا نہ ہوا۔ لفظ موجود اسم مفعول ہے جس کا ترجمہ ہے پایا ہوا اورۃ کا مرجع ذات اقدس ﷺ ہے اب اس عبارت کا معنی نحوی ترکیب اضافی کے اعتبار سے بالکل صاف ہو گیا کہ قَابَ قَوْسَيْنِ تک پہنچنا آپ کا مطلوب تھا اور یہی مطلوب آپ کا مقصود تھا اور آپ کا مقصود آپ کا پایا ہوا ہو گیا۔

یہ وہابی مولوی چوتھا اعتراض درود تاج شریف پر اس طرح کرتا

سوال ہے کہ آگے ہے اَنِيسِ الْغَرِيبِينَ کسی عربی زبان کو یہ نہیں معلوم کہ غریب کی جمع غُرَبَاءَ ہے نہ کہ غَرِيبِينَ آگے خود ہی اس دور کے مصنف نے مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاكِينَ لکھا ہے اس کے علاوہ دونوں جگہ لفظ غریب کا مفہوم وہ لیا گیا جو ہماری اردو زبان میں ہے یعنی محتاج بے مایہ حالانکہ یہ لفظ عربی زبان میں عجیب اور نادر کے لیے آتا ہے یا پردیسی کے معنی میں ہم بولتے ہیں عجیب و غریب یا غریب الوطن، ہم اردو میں غریب، محنتی حاجت مند اور امیر بمعنی دولت مند بول سکتے ہیں لیکن عربی زبان میں یہ مفہوم ہی نہیں۔ یہ تھا اس معترض کا چوتھا اعتراض۔

## جواب

ہم نے وہابیوں میں بڑے بڑے کم عقل اور نادان دیکھے اور سنے ہیں مگر یہ وہابی صاحب سب سے نمبر لے گئے جس بیچارے کو قرآن مجید کا پتہ نہ احادیث کا وہ بھی ان لوگوں میں اہل قلم بن بیٹھے ہیں یہ اعتراض دراصل دو اعتراض ہیں ایک لفظ غریب کی جمع پر اور ایک لفظ غریب کے معنی پر اور دونوں ہی احمقانہ ہیں۔ پہلا تو اس لیے کہ لفظ غریب کی جمع غَرِیبِیْن جمع مذکر سالم بھی اہل عرب میں مستعمل ہے اگرچہ کثرت استعمال نہیں۔ نیز اعتراض تب درست تھا جبکہ اس جمع کی ممانعت ثابت ہوتی یہ معترض پر فرض تھا کہ اس اعتراض کو حماقت سے بچانے کے لیے ممانعت کا کوئی قول باحوالہ نقل کرتا بسترے میں لیٹے لیٹے ایسے فضول اعتراض کرنا تو بڑا آسان ہے اور پھر تعجب خیز جاہلانہ جرأت تو یہ ہے کہ خود معترض عجی گنوار ہے اور اعتراض کرتا ہے اہل عرب امام شاذلی مصری پر حالانکہ اہل زبان کی بات تو دوسروں کے لیے سند و دلیل ہوتی ہے اور جب خود اہل زبان کسی بات میں اختلاف کریں تو اس زبان کے شاعر کا کلام دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ان دونوں باتوں کے علاوہ اگر کوئی اعتراض کرے تو وہ معترض کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ درود تاج شریف کی یہ عبارت اَیْنِسِ الْغَرِیبِیْن تو اہل عجم کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ غریب کی جمع مذکر سالم بھی ہوتی ہے جیسے کہ عالم کی جمع علماء بھی عَالِمِیْن بھی، نبی کی انبیاء بھی نَبِیِّیْن بھی وغیرہ وغیرہ ایسے بہت سے صفت مشبہ

الفاظ عربی میں موجود ہیں جن کی جمع تکسیر بھی ہوتی ہے اور جمع سالم بھی تو پھر غریب کی جمع سالم پر اعتراض کیوں جبکہ کہیں سے ممانعت بھی ثابت نہ ہو۔ جب کریم رحیم کی جمع کریمین رحیمین جائز تو غریب کی جمع غریبین کیوں ناجائز ہوگی۔ خود امام شازلی کی اس دلیل کے علاوہ مجھ کو ایک صاحب نے غالباً سب سے معلقہ کا ایک شعر سنایا:

جَلِيسُ الْمَرْءِ مِثْلُهُ فِي الْمَجَالِسِ

زَمِيلُ الْمُبْخِلِ مِثْلُ الْغَرِيبِ

یعنی ہر شخص پر صحبت کا اثر چڑھ جاتا ہے وہ مجلسوں میں اپنے ساتھی کی مثل لگتا ہے بخیل کا ہم نشین غریبوں کی ہی مشابہہ لگتا ہے۔ دوسرا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ غریب کا اصل اور حقیقی معنی عرب میں محتاج کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔ مسافر کو مجازاً غریب کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ بحالت سفر محتاج و مسکین ہی ہوتا ہے وطن اور دوستوں سے دور بے بس بے کس ہوتا ہے اسی لیے مسافر پر زکوٰۃ لگ جاتی ہے اگرچہ گھر وطن میں کتنا ہی امیر ہو مگر سفر کی محتاجی میں زکوٰۃ لے کر استعمال کر سکتا ہے۔ عجیب اور انوکھی چیز کو بھی مجازاً غریب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی ہر چیز سے الگ تھلک ہوتی ہے نیز اس کی جمع غرائب ہوتی ہے نہ کہ غریباً اصلاً لفظ غریب محتاج و مسکین کے لیے ہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ (کَمَا بَدَأَ) غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ ترجمہ دین اسلام غریبوں سے شروع ہوا

اور عنقریب سب میں پھر پھرا کر لوٹے گا غریبوں میں جیسے کہ شروع ہوا پس غریبوں کو مبارک ہو۔ یہ حدیث پاک مسلم شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۲۳۲ ترمذی کتاب الایمان ابن ماجہ کتاب الفتن درامی مسند احمد بن حنبل جلد اول حدیث ۱۸۴، ۲۹۸ جلد دوم میں حدیث ۷۷۱ اور ۲۲۲ اور جلد چہارم حدیث ۷۳ منقول ہے۔ یہاں غریباً اور غرباء سے مراد محتاج فقرا مسلمان ہیں نہ کہ مسافر لوگ، نیز مسند احمد بن حنبل جلد پنجم حدیث ۴۴۳ ہے کہ وَ مَعَكَ أَصْحَابُ لَكَ غُرَبَاءُ ذُو حَاجَةٍ یعنی غربا سے حاجت والے فقرا لوگ مراد ہوتے ہیں۔ کیا معترض کو یہ حدیثیں نظر نہ آئیں۔ حقیقی اور مجازی معنی میں لفظ استعمال کرنے کا قانون و پہچان یہ ہے کہ حقیقی معنی بولنا ہو تو کسی قید کی یا نسبت و اضافت کی ضرورت نہیں جب کبھی کسی عبارت میں لفظ مطلق لکھا ہوگا تو حقیقی معنی مراد ہوگا جیسا کہ یہاں اس حدیث مبارکہ میں اور فَطَوْبَى لِلْغُرَبَاءِ جب کبھی کسی لفظ کا مجازی معنی مراد لیا جائے گا تو اس کو مقید کر کے لکھنا لازم ہے مثلاً سیف کا حقیقی معنی لوہے کی تلوار اسی طرح لفظ اسد کا حقیقی معنی جنگل کا درندہ جانور شیر جب اس کو مجازی معنی میں استعمال کیا جائے گا تو سیف اللہ اسد اللہ کہا جائے گا یہ اضافت شرط ہے اسی طرح جب غریب سے مراد مسافر لیا جائے گا تو غریب الوطن کہا جائے گا نہ کہ فقط غریب لہذا اَیْسِ الْغُرَبِیِّیْنَ میں چونکہ لفظ غُرَبِیِّیْنَ مطلق بغیر اضافت ہے اس لیے یہاں حقیقی معنی یعنی فقیر کیا

جائے گا جاہل معترض کو نہ حدیث کا پتہ نہ علم ادب سے واقفی نہ قانونِ نحو کی معلومات اور چلے ہیں اعتراض کرنے درود تاج مقدس پر، میں تو ان دیگر وہابیوں پر افسوس کرتا ہوں جو صرف نبی دشمنی میں ایسے جہلاء زمانہ کے ہم نوا بن جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو سمجھے۔

### سوال

معترض مہلکھروی پانچواں اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں آگے ہے راحة العاشقین محبت ایک لطیف میلان قلب کا نام ہے مگر عشق محض زور گندم ہوتا ہے جس کا سارا تعلق حسن و شباب سے ہے مولانا رومی نے صحیح کہا ہے۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود  
ایں خمار از خوردن گندم بود

لفظ عشق اتنا گرا ہوا گھٹیا اور کثیف لفظ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے انسان کو اپنے والدین سے بھائی بہن سے دختر و فرزند سے کمال درجے کی محبت تو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی عشق نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ آنحضور کو معشوق کہنا انتہائی بد تمیزی ہے پس جب حضور معشوق نہیں تو راحت العاشقین کس طرح ہو سکتے ہیں۔ حضور حبیب ہیں اور راحت المحبتیں ہیں راحت العاشقین نہیں محبت مطلوب ہے عشق مطلوب نہیں۔ محبت کو بقا ہوتی ہے عشق فانی ہے عشق اسی وقت باقی رہتا ہے جب تک حسن و شباب کے تقاضے باقی ہیں اردو فارسی میں تو ہم لفظ عشق کو کمال محبت لگن اور قوت محرکہ

کے معنوں میں لے سکتے ہیں رومی و اقبال نے انہی معنوں میں بے شمار جگہ استعمال کیا ہے لیکن یہ مفہوم صدیوں کے بعد کی عجمی پیداوار ہے۔ عربی زبان میں یہ مفہوم نہیں درود تاج عربی میں جس طرح غریب بمعنی محتاج نہیں لیے جاسکتے اسی طرح لفظ عشق کو کمال محبت کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا یہ تھا اس کا پانچواں اعتراض۔

جواب

وہابیوں میں ہمیشہ جہلا کی کثرت ہی رہی ہے مگر یہ معترض صاحب سب میں بڑھ گئے ہیں۔ اس اعتراض میں چار جہالتیں ہیں پہلی یہ کہ یہ معترض خود اپنے پیش کردہ مثنوی کے شعر کو نہیں سمجھا جس بے چارے کو فارسی زبان سمجھ نہیں آتی وہ اہل عرب کی عربی پر گستاخی و اعتراض کیا کرے گا۔ مولانا روم تو عشق کی شان بتا رہے ہیں اور نفسانی شہوانی محبتوں کی ذلت فرما رہے ہیں۔ مثنوی کے شعر کا معنی یہ ہے کہ اے دنیا کے بدمعاشو جھوٹی شہوانی محبتیں کر کے اس کو عشق کا پاکیزہ نام دیتے ہو۔ عشق نبودایں کہ در مردم بوداں لوگوں میں یہ شہوانی محبتیں ہیں وہ عشق نہیں ہے اس کو عشق نہ کہو۔ ایں خمار از خوردن گندم بود یہ فحاشی حسن پرستی وہ وحشیانہ خمار ہے جو روٹھیں کھانے سے پیٹ بھری کے کرشمے اور نفس پری کی خواہشیں، بدمعاشوں نے ان کو اس اور جھوٹی محبتوں کا نام عشق رکھ لیا اور بنے پھرتے ہیں مجنوں کے نانا یہ تھا شعر کا صحیح معنی مگر معترض کو عقل ہوتی تو سمجھ آتی۔ معترض کی دوسری جہالت کہتا ہے کہ عشق اتنا گرا ہوا گھٹیا اور کثیف

لفظ ہے۔ وہابیوں کا ایک بہت بڑا استاد جس نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی لکھا ہے اور اپنے ایک بڑے رشید احمد گنگوہی کی سوانح عمری بھی لکھی ہے اس کا نام عاشق الہی میرٹھی یعنی وہ اللہ کا عاشق ہے تم نے اس پر تو اعتراض نہ کیا کہ تو نے اللہ کو معشوق بنا دیا یہاں اعتراض پر تارٹوٹ گیا اگر تمہارا گرد عاشق الہی ہو سکتا ہے تو غلامان مصطفیٰ عاشق مصطفیٰ بھی ہو سکتے ہیں اگر عاشق الہی نام رکھ کر اللہ تعالیٰ کو معشوق نہیں کہا جاسکتا تو عاشق رسول ہو کر بھی نبی کریم ﷺ کو معشوق نہیں کہا جاسکتا پہلے اپنے گھر کی خبر لو پھر کسی اور پر اعتراض کرنا۔

معرض کی تیسری جہالت کہتا ہے قرآن احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے قرآن مجید میں تو واقعی صراحۃً یہ لفظ نہیں ہے مگر معنایہ لفظ موجود ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرہ ۱۶۵) ترجمہ اور ایمان والے لوگ اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں اسی شدید محبت کا نام عشق ہے چنانچہ المنجد عربی صفحہ ۱۰ پر ہے۔ الْعُشْقُ إِفْرَاطُ الْحُبِّ یعنی شدید محبت کا نام عشق ہے مشکوٰۃ شریف میں نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کا بھی اس انداز میں حکم ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ لَا يَوْمٍ مِنْ أَحَدٍ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسَ أَجْمَعِينَ یعنی کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ سے ایسی زیادہ شدید محبت نہ کرے جو

اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے شدید نہ ہو۔ اسی افراطِ محبت کا نام عشق الہی اور عشقِ رسول ہے (از مکاشفۃ امام غزالی) معترض نے اس اعتراض میں ڈاکٹر اقبال کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب تو کہتے ہیں کہ ذرہ عشقِ نبی از حق طلب۔

عشقِ الہی کیلئے تو مومن دعائیں مانگتا ہے چنانچہ دلائل الخیرات شریف حزب ثانی روزِ شنبہ کے ورد میں سطر ۶۷ فَاَجْعَلْنِي مِنَ الْمُحِبِّينَ الْمُحَبُّوْبَيْنَ الْمُقَرَّبَيْنَ الْعَاشِقِيْنَ لَكَ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ (آٹھ دفعہ) یعنی اے اللہ مجھ کو محبین اور محبوبین اور مقربین میں سے بنا اور یا اللہ مجھ کو اپنے عاشقین میں سے بنا۔ پوچھو اس جاہل سے کہ کیا یہ ساری دعائیں آیتیں خمارِ گندم کے لیے ہیں۔ قرآن مجید میں کسی لفظ کا صراحتاً نہ ہونا اس لفظ کے گھٹیا ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن پاک میں تو بے شمار الفاظ نہیں انبیاء علیہم السلام کے نام، صحابہ کے نام، خود باری تعالیٰ کے کروڑوں نام ہیں جو قرآن مجید میں نہیں ہاں البتہ حدیث پاک کے متعلق معترض کی یہ بات کہ احادیث نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل پرہیز کیا یہ معترض کی انتہائی جہالت ہے کہ وہ احادیث سے بھی ناواقف ہے۔ بجائے بیہودہ قلم اٹھانے کے ابھی اس کو پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ احادیث پاک میں لفظ مستعمل ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۱۹۱ فصل ثالث کی دوسری حدیث مقدسہ میں ہے۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأَ الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا  
وَأَيَّائِكُمْ وَلُحُونُ أَهْلِ الْعِشْقِ (الح) ترجمہ آقائے کائنات ﷺ نے  
فرمایا کہ تلاوت قرآن کریم عربی لہجوں اور آواز میں کیا کرو اور بچو تم عشق  
والوں کی آواز اور لہجوں سے۔ نمبر ۲ مشکوٰۃ شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔  
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَمْ تَرَلُمُتَّحَاتِينَ مِثْلَ النِّكَاحِ ترجمہ کہ لوگوں میں شدت کی محبت پیدا  
کرنے کے لیے نکاح سے زیادہ کوئی چیز نہ دیکھی یہاں باب تفاعل کی شد  
نے شدت کے معنی پیدا کیے اور شدت محبت ہی عشق ہے چنانچہ اس کی شرح  
میں لمعات نے فرمایا إِذَا أَحَبَّ رَجُلٌ وَعَشَّقَ بِهَا فَالْتَعَشِيقُ الدُّو  
أَذِيدُ فِی الْأَلْفِتِ (از مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۸ حاشیہ ۲) ترجمہ یعنی نکاح سے  
زوجین میں محبت اور عشق پیدا ہوتا ہے جو الفت کو لذیذ اور زیادہ کرتا ہے۔  
معرض کی چوتھی جہالت لکھتا ہے لفظ عشق صدیوں کے بعد عجمی پیداوار  
ہے۔ عربی زبان میں یہ مفہوم نہیں لہذا لفظ عشق کو کمال محبت کے معنی میں  
نہیں لیا جاسکتا۔ اس شخص کی جہالت بھی کمال ہے ہم نے اوپر قرآن و  
حدیث لغت و شرح کے دلائل سے ثابت کر دیا کہ عشق کا معنی کمال اور  
شدید محبت ہی ہے اور اب ذرا شعراء عرب کا کلام سنئے از مکاشفۃ القلوب  
امام غزالی عربی صفحہ ۴۲۴ شاعر ابن بسام:

أَفِیْ لِعِشْقِ الدُّنْيَا وَآيَّامِهَا فَإِنَّهَا لِلْحُزْنِ مَخْلُوقَةٌ

ترجمہ اے دنیا اور اس کے دنوں پر عشق کرنے والے افسوس ہے کیونکہ دنیا تو غم کے لیے پیدا کی گئی ہے ابن عدی شاعر کہتا ہے۔

الْمُ يَكُ أَهْلًا أَنْ يَنْوَلَ عَاشِقٌ تَكَلَّفَ إِذْ لَاحَ السَّارَى وَالْوَدَائِقُ  
ترجمہ کیا وہ عاشق جس نے (محبوب کی خاطر) راتوں کی تاریکی اور دوپہر کی گرمی میں چل کر مصیبتیں برداشت کیں اس لائق نہیں تھا کہ اس کو بھی محبت کا انعام دیا جاتا۔ نمبر ۳ قصیدہ بردہ شریف کی پہلی فصل کا نام ہے الفصل فی ذکر عشق رسول ﷺ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ عشق کمال محبت ہی کا نام ہے اگر ایک جاہل وہابی عجمی اٹھ کر اہل عرب پر اعتراض کرے تو ایسی حماقتوں کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا یہ اعتراض صرف اس جلاپے میں ہیں کہ درود تاج میں آقائے کائنات ﷺ کی تعریف و نعت خوانی کیوں کر دی ورنہ عاشق الہی پر کوئی اعتراض نہیں۔ کسی کو درد نہیں اٹھتا ہے یہ تو فقط نعتِ مصطفیٰ سے گھٹ گھٹ کر مرے جاتے ہیں۔

سوال | معترض مہملہ دی وہابی چھٹا اعتراض کرتا ہے کہ آگے ہے محبوب رب المشرقین لفظ محبوب لفظاً تو برا نہیں مگر نبی کریم کے لیے صحابہ نے استعمال نہ کیا خلیل و حبیبی تو کہتے ہیں لیکن محبوبی شاید کبھی نہ کہا۔

جواب | یہ بھی معترض کی جہالت اور احادیث سے نادانگی ہے ورنہ احادیث اور صحابہ کی زبان پاک سے یہ ثابت ہے محبوب کا معنی ہے محبت کیا ہوا یعنی جس سے محبت کی جائے اور جس کی محبت ایمان کے

لیے فرض ہو۔ ابھی ہم نے پہلے مشکوٰۃ شریف سے حدیث مقدسہ پیش کی کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہو سکتا جو نبی کریم سے شدید محبت نہ کرے ساری مخلوق سے زیادہ اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ہر مومن کے محبوب ہیں اگر اس معترض یا کسی بھی وہابی کی طرح نبی کریم ﷺ کو کوئی بد بخت انسان محبوب نہیں رکھتا تو مومن نہیں ہے۔ نمبر ۲ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے۔

فَأَصْبَحَ مَحْبُوبًا إِلَى اللَّهِ رَاجِعًا      يَبْكِيهِ حَقُّ الْمُرْسَلِ وَيَحْمَدُ  
يَا أَيُّهَا الْمَحْبُوبُ الْكَرِيمُ      حُبُّكَ بَيْنَ الْحَسَاءِ مُقِيمٌ  
يَا رَافِعَ التُّومِ عَنْ حَفْوِي      أَنْتَ بِمَا مَرَّبَيْ عَلَىَّ  
(بعض نے کہا یہ شعر حضرت شبلی کا ہے) ترجمہ نمبر ۱ محبوب ﷺ اپنے رب کی  
طرف لوٹنے والے ہیں اس پر ملائکہ حق روتے ہیں اور وہ محبوب ہر طرف  
کائنات میں تعریف کیا جا رہا ہے۔ نمبر ۱۲ اے محبوب کریم آپ کی محبت سینوں  
میں مقیم ہے۔ نمبر ۱۳ اے وہ ذات کریم جس کی جدائی میری ہڈیوں سے نیند  
اڑانے والی ہے جو کچھ مجھ پر گذرا آپ اس کی جاننے والے ہیں مشکوٰۃ  
شریف کی شرح مرقات حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳ پر ہے۔ اے قَوْلُهُ وَأَنَا  
حَبِيبُ اللَّهِ أَيْ مُحِبَّةٌ وَمَحْبُوبَةٌ وَالْحَبِيبُ فَصِيلٌ بِمَعْنَى الْفَاعِلِ  
وَالْمَفْعُولِ فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبٌّ وَمَحْبُوبٌ وَالْأَظْهَرُ  
فِي الْإِسْتِدْلَالِ عَلَى أَنَّ مَرْتَبَةَ مَحْبُوبِيَّتِهِ فِي دَرَجَةِ الْكَمَالِ

(مرقات) ترجمہ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں حبیب اللہ ہوں اس کا معنی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبت بھی ہوں اور محبوب بھی ہوں کیونکہ حبیب بروزنِ فعلیل ہے اور فعلیل کا وزن فاعل کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور مفعول کے معنی میں بھی تو ثابت ہوا کہ آقا حضور ﷺ محبت بھی ہیں اور محبوب بھی اور بہت بڑی ظاہر دلیل ہو گئی یہ بات اس چیز پر کہ آپ کا مرتبہ محبوبیت درجہ کمال میں ہے۔ (از مرقات) معترض کے ایک پیرو حید الزمان صاحب وہابی اور دیگر دیوبندیوں نے نبی کریم ﷺ کو معشوق اور محبوب لکھا دیکھو بغور دیکھو وحید الزمان کی شرح بخاری دوم صفحہ ۱۹۸ کیا معترض ان سب وہابیوں کو انتہائی بدتمیز لکھے گا۔

### سوال

معترض وہابی کا ساتواں اعتراض اس طرح کرتا ہے کہ اس درود میں آنحضرت کے ۳۵ یا ۳۶ اوصاف و شرف بیان کیے گئے (در اصل ان بد بخت وہابیوں کو یہی تو جلا پا ہے یہی نعت و خوانی آقا ہی تو ان کو مارے ڈالے ہے) جن کے آخر میں یہ صفات (۱) نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ (۲) اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ، (۳) وَسَيَّلَتْنَا فِي الدَّارَيْنِ، (۴) صَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ، (۵) مَحْبُوبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ (سبحان اللہ کیا پیاری نعت خوانی ہے عشاق رسول کے تو اس درود تاج مقدس سے دل ٹھنڈے ایمان روشن ہو جاتے ہیں مگر وہابیوں کے جل جل کر کڑھ کڑھ کر دل سیاہ ہو رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں جلتے مرتے رہو میرے آقا حضور کی شان تو اس سے بھی اعلیٰ و

اَزْفَعُ ہے) اس کے بعد معترض لکھتا ہے اس کے بعد کے الفاظ یوں ہیں جَدِّ  
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رسم دنیا کے مطابق چھوٹا شخص اپنے بڑوں کے لیے اس  
وقت باعثِ فخر ہو سکتا ہے جب وہ چھوٹا اپنے بزرگوں سے کسی شان میں آگے  
نکل جائے اور وہ صفِ اس کے بڑوں میں نہ ہو اور اس خصوصی شان ہی کی وجہ  
سے بڑے کو چھوٹے کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے نوامیہ رسول حسن و حسین  
میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ سے برتر ہو کر نبی  
کریم کے لیے باعثِ فخر و شرف ہو جائیں لہذا درود تاج میں یہ نسبت لکھنے  
والے کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں اس اعتراض میں اور بھی بہت سی خرافات  
اور اوٹ پٹانگ باتیں ماری ہیں جو وہابیانہ بکواسیات کے سوا کچھ نہیں۔

جواب

معترض کی جہالت دیکھئے کہ اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے نمبر ۱  
یہاں قَاب کو مرفوع پڑھنا چاہئے نمبر ۲ یہاں قَاب کو مضاف  
الیہ مجرور پڑھنا چاہئے۔ پوچھو اس جاہل سے کہ قَاب فعل ماضی ہے کبھی  
فعل ماضی کو بھی رفع یا جر آ سکتا ہے ماضی ہمیشہ مبنی اصل ہوتا ہے اگر معترض  
کی اپنی ذاتی اس عبارت میں قَاب قَوْسَيْنِ مضاف الیہ بن گیا تو پورا جملہ  
مضاف الیہ بنے گا یعنی قَاب قَوْسَيْنِ نہ کہ فقط قَاب نیز جہاں کہیں  
اعراب تقدیری ہو وہاں کسی بھی حالت میں اعراب نہیں بدلتا۔ مثلاً  
جَاءَ مُوسَىٰ میں مُوسَىٰ نہ پڑھا جائے گا۔ ایسا علم ابتدائی سے جاہل  
انسان قلم پکڑ کر بیٹھ گیا اور لگا اعتراضِ جہالت داغنے مگر بیچارہ معترض بھی کیا

کرے۔ وہابیت دیوبندیت نام ہی جہالت کا ہے۔ اگلے اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ کی نسبت میں نواسہ رسول کی کسی خصوصی شان یا امتیازی نشان یا کارکردگی کا اظہار مقصود نہیں بلکہ یہ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ہونے کا لقب بھی پیارے آقا حضور اقدس ﷺ کی ہی خصوصی امتیازی شان ہے اور آپ کے مختار کل ہونے کا ثبوت ہے یہ امتیازی شان و خصوصیت کسی بھی شخصیت کو از آدم علیہ السلام تا این دم کسی نبی ولی صحابی مہاجر انصار چھوٹے بڑے امیر وزیر بادشاہ کو نہ ملی نہ مل سکے گی۔ وہ اس طرح کہ ہر شخص اپنی بیٹی کی اولاد کا نانا ہوتا ہے نہ کہ دادا عربی لغت میں دادا کو جَدُّ کہتے ہیں نانا کو جَدِّ فاسد کہتے ہیں ہر شخص کی نسل بیٹے کی اولاد سے چلتی ہے اور وہ بیٹے کی اولاد کا دادا یعنی جَدُّ ہوتا ہے یہ رب تعالیٰ کا قانون کلیہ تمام یہ ہے تمام عالم انسانیت کے لیے یہ قانون الہی ہے رب تعالیٰ کے کچھ قانون ہیں اور کچھ قدرتیں۔ رب تعالیٰ بعض موقعوں پر اپنے پیاروں کے لیے اپنے قانون توڑ کر اپنی قدرتوں کا اظہار فرماتا ہے مثلاً قانون ہے کہ والدہ اور والد کے ذریعے اولاد جنم لیتی ہے مگر آدم علیہ السلام کے لیے یہ قانون توڑ کر قدرت کا اظہار فرمایا کہ بن والد والدہ پیدا ہو گئے۔ حضرت حوا بھی ایک پسلی سے بن گئیں اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے لیے قانون توڑ کر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ بغیر باپ کے آنا فنا چند لمحوں میں نطفہ مضغہ علقہ کے بغیر ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اسی

طرح قانون ہے کہ بیٹے سے دادا کی نسل چلتی ہے نہ کہ بیٹی سے نانا کی مگر رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے لیے اپنا یہ قانون توڑ دیا کہ نبی کریم ﷺ اولادِ فاطمہ کے بجائے نانا بننے کے جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ہو گئے۔ آدم اور حوا اور عیسیٰ علیہم السلام کی اس قانون شکنی اور ظہورِ قدرت کا کہیں نشان نہیں صرف کتابی تاریخی تفسیری تذکرہ ہے مگر پیارے محبوب کے لیے جو نشانِ قدرت فرمایا وہ تاقیامت دنیاء انسانیت میں ہر جگہ پائندہ و تابندہ ہے یہ ساداتِ کرام وجودِ شانِ محبوبیت اور قدرتِ الہی کا ہی ظہور پھر اس قدرت کا اظہار رب تعالیٰ نے خود محبوب ﷺ کی اپنی زبان سے کرایا تا کہ محبوب کے مختارِ کل ہونے کا چرچا ہوتا رہے تو جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ہونا عظیمِ قدرتِ الہی ہونے کے ساتھ ساتھ شاندار خصوصی نعتِ مصطفائی بھی ہے۔ بد عقل معترض کو یہ بات سمجھ ہی نہ آئی۔

گر نہ بیند بروزِ شپہرہ چشمِ قرصِ آفتابِ را چہ گناہ

معترض درود تاج پر آٹھواں اور آخری اعتراض کرتا ہے لکھتا

سوال

ہے پھر آگے ہے یَا أَيُّهَا الْمُشْتَاقُونَ بِنُورِ جَمَالِهِ کسی

متبدی طالب علم کو یہ نہیں معلوم کہ مشتاق کا صلہ الہی ہوتا ہے ب نہیں ہوتی

اتنی بھونڈی بھونڈی سی غلطیاں کوئی اہل علم نہیں کر سکتا

کردن عیب را ہنر باید

جواب

یہاں معترض نے کچھ موشگافی کی تو ہے مگر بقول فقہی اندھے کی بات بھی اندھی ہی ہوتی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اپنی اس بات پر کوئی باحوالہ دلیل پیش کرنا مگر پھارے کو دلیل ملتی کہاں سے جبکہ یہ قانون ہی ادھورا ہے کیونکہ اہل عرب کے نظم و نثر میں اکثر جگہ شوق اور اشتیاق کے مشتقات میں ب جارہ آ جاتی ہے اور کبھی صرف اسم ظاہر یا ضمیر آ جاتی ہے۔ الی جارہ بھی آتا ہے مگر ہمیشہ نہیں بلکہ الی جارہ وہاں ان مشتقات میں آتا ہے جن میں ابتدائیت یا انتہائیت لفظی معنوی یا حکمی ہوتی ہے مثلاً آنا جانا چلنا پھرنا بیچنا خریدنا پیالشی اشیاء کیونکہ شوق و اشتیاق کے صیغوں کا استعمال تین طرح سے ہے گویا کہ یہاں بھی معترض نے اپنی بے تدبری کا ثبوت دیا خیال رہے کہ شوق کا معنی ہے محبت، محبت تین قسم کی ہوتی ہے ایک محبت حصولی دوم محبت وصولی سوم محبت الوفیٰ یعنی قلبی لگاؤ۔ اشتیاق حصولی میں مشتاق بہ حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے اس لئے اس کیلئے باء تعدیہ یعنی مفعولیت کی ب لائی جاتی ہے درود تاج میں یَا یُّهَا الْمُشْتَاقُونَ میں اشتیاق حصول ہے یعنی اے وہ بندو جو نبی کریم ﷺ کے نور جمال کو اپنے سینوں میں حاصل کرنے کے خواہش مند ہو صَلُّوا عشق و لگن سے درود شریف پڑھتے رہا کرو۔ اس وجہ سے یہاں بِسُورِ جَمَالِہ کہنا ہی درست ہے کلام عرب میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں جو ابھی آگے بیان کی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اشتیاق الوفیٰ میں نہ حصول کی خواہش

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

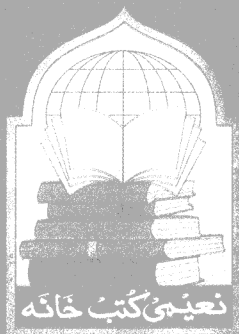
ہوتی ہے نہ وصل کی صرف اس چیز سے پیار ہوتا ہے تو وہاں صیغے کے بعد نہ ب کی ضرورت نہ الی کی اور اشتیاق وصولی میں مشتاق الیہ کی طرف پہنچنے یا مشتاق الیہ کے اس مشتاق تک پہنچنے کی خواہش ہوتی ہے اس لیے وہاں غایت اور مغیا ہوتا ہے لہذا وہاں بعد میں الی ہوتا ہے دنیا میں ہر نیک و بد کو یہ تین قسم کی خواہشیں اور اشتیاق ہی ہوتا ہے مثلاً ہر مسلمان کو بارگاہ نبوت تک پہنچنے کی خواہش ہوتی ہے یہ اشتیاق وصولی ہوا اور دین و ایمان و ہدایت و نور کے پالینے کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ اشتیاق حصولی ہوا اور ہر مومن مسلمان کو ہر مومن مسلمان سے پیار ہوتا ہے اگرچہ اجنبی ہو یہ اشتیاق الوفی (الفت والا) ہوا۔ اشتیاق حصولی کی مثال احمر شاعر کہتا ہے

لَنَا صَاحِبٌ شَائِقٌ بِالْخِلَافِ      كَثِيرُ الْخَطَا قَلِيلُ الصَّوَابِ  
ترجمہ ہمارا ساتھی خلاف ورزیوں کا مشتاق ہے خرابیاں زیادہ اور اچھائیاں کم ہیں یہاں شائق جو شوق کا اسم فاعل ہے اس کا صلہ ب سے ہوا فرزوق شاعر کا شعر ہے۔

لَا تَشْوَقَنَّ بِلَيْلٍ طَابَ أَوَّلُهُ      فَرُبَّ آخِرٍ لَيْلٍ أَجَبَةٌ نَاراً  
ترجمہ ایسی رات کی خواہش نہ کر جس کا ابتدائی حصہ اچھا ہو کیونکہ بہت دفعہ آخری حصے میں بھی آگ بھڑک سکتی ہے بلکہ ایسی رات کی دعا اور خواہش کر جو پوری عافیت والی ہو۔ اشتیاق وصولی کی مثال حدیث پاک میں ہے۔ إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مَكْلُوفَةً كِتَاب

المناقب صفحہ ۵۷۸ ترجمہ جنت مشتاق ہے تین بندوں کی یعنی خواہش رکھتی ہے کہ وہ تینوں جنت میں پہنچیں چونکہ اس اشتیاق میں ابتداء اور غایت مغیا کا فعل ہے اس لیے یہاں الی جارہ لایا جائے گا اشتیاق الوفی کی مثال بخاری شریف جداول کتاب الادب باب ۲۷ فَظَنَّ أَنَّا إِشْتَقْنَا أَهْلَنَا ترجمہ تو گمان کیا اس نے کہ بیشک ہم نے خواہش کی اپنے اہل کی یہاں چونکہ نہ حصول ہے نہ وصول محض محبت کا ذکر ہے اس لیے نہ ب وصلہ بنایا گیا نہ الی اب بتائے کہ معترض کے اعتراض بھونڈے بھونڈے ہیں یا درود تاج مقدس کی عبارت اگر اتنی فصیحانہ مقفہ مسجع عبارت پر بھی کوئی عجی گنوار اعتراض جڑ دے تو اس کی عقل کو کیا کہا جاسکتا ہے۔ انسان کی عقل ماری جائے تب تو وہ قرآن مجید پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں رکتا۔ بعض محققین نے فرمایا کہ لفظ اشتیاق جب اپنے معنی میں موجود ہوتا ہے تو وصلہ الی ہوتا ہے جب غیر کے معنی میں موجود ہو تو وصلہ ب ہوتا ہے۔

معترض اس اعتراض کے ضمن میں اپنے اعتراض کی وجہ ظاہر کرنے میں کھل کر سامنے آ گیا کہ لکھتا ہے کہ اس درود اور کئی دیگر وظائف میں شرک بھرا ہوا ہے اور ان درودوں وظیفوں کے بنانے کا مقصد قرآن و حدیث کے وظیفوں سے مسلمانوں کو روکنا ہے بس پتہ لگ گیا کہ اصل دکھ اور جلن کیا یعنی چونکہ ان مؤفہ مرتبہ وظائف میں نبی کریم ﷺ کی نعت خوانی بھی ہے بس بیچارے جلے مرے جاتے ہیں۔



ناشر  
نعیہ کتب خانہ  
۵۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار۔ لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>